

برده فروشی رپورٹ برائے ۲۰۲۱ء

پاکستان: نگرانی کی فہرست دوئم

حکومت پاکستان اگرچہ برده فروشی کے مکمل خاتمہ کے کم از کم معیار پر پورا نہیں اترتی تاہم وہ اس ضمن میں کوششوں میں مصروف عمل ہے۔ ان کوششوں میں قانون برائے انسداد برده فروشی ۲۰۱۸ء کی تکمیل، برده فروشی اور مہاجرین کی اسمگلنگ جیسے جرائم سے نمٹنے کے لیے نئے جامع پانچ سالہ قومی حکمت عملی کو نافذ کرنا اور گزشتہ عرصہ رپورٹنگ کی نسبت اس سال زیادہ برده فروشی متاثرین کو دیکھ بھال کی فراہمی شامل ہے۔ رپورٹنگ دورانیہ کے دوران صوبہ پنجاب نے مجموعی طور برده فروشی کے مجرموں کو سب سے زیادہ سزائیں دیں۔ لیکن گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کی نسبت اس سال کرونا و باء کے اثرات کو مد نظر بھی رکھیں تو بھی انسداد برده فروشی کی حکومتی کوششیں سست روی کا شکار رہیں۔ حکومت نے عصمت فروشی سے متعلق غیر قانونی منتقلی کے مقدمات میں تفتیش اور تادیبی کارروائیوں میں کمی کی، ملک کی نصف سے زائد آبادی والے صوبہ پنجاب کے اہلکار برده فروشی کے تمام تر واقعات میں قانونی کوششوں کا اطلاق، بشمول سزائوں کے، غیر موافق طریقہ ہائے کار سے کرتے رہے۔ جبری مشقت کے بحران کی موجودگی کی نسبت اس کی انسداد کے خلاف قانونی کارروائیاں بھی نامناسب تھیں اور حکام نے جبری مشقت متاثرین کی نشاندہی نسبتاً کم کی۔ سندھ میں مقامی بااثر افراد اینٹوں کے بھٹوں اور کاشتکاری کے شعبوں میں مکمل استثنیٰ سے مزدوروں کو جبری مشقت کا شکار بناتے رہے۔ مسلسل دوسرے سال بھی حکومت نے برده فروشی میں سرکاری گٹھ جوڑ کی مستند اطلاعات کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کی۔ جبکہ متاثرین کی دیکھ بھال کے لیے حکومت کو وسائل کی شدید کمی کا سامنا تھا لہذا پاکستان کو مسلسل دوسرے سال بھی نگرانی کی دوسری فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

ترجمی سفارشات:

- قومی اور صوبائی سطح پر عصمت فروشی اور جبری مشقت اور حکام کی مبینہ گٹھ جوڑ سے کیے جانے والے جرائم کے خلاف قانونی کارروائیوں اور سزائوں میں اضافہ اور ملوث افراد کو سخت سزا دی جائے۔
- محکمہ لیبر کو جبری مشقت کے تمام مقدمات مجرمانہ چارہ جوئی کے لیے پولیس کے حوالہ کرنے کی ہدایات جاری کی جائیں۔

• صوبائی پولیس، لیبر انسپیکٹروں اور عوامی خدمات اہلکاروں کو ایس اوپیز کے تحت تربیت فراہم کر کہ جبری مشقت کا شکار افراد کی نشاندہی اور دیکھ بھال مراکز میں منتقلی کے اقدامات میں اضافہ کیا جائے۔

• کمسن فوجیوں کی بھرتی اور استعمال میں ملوث غیر ریاستی گروہوں کی حمایت ختم کی جائے۔

• انسداد بردہ فروشی کے قوانین میں ترمیم کر کے قید کے بجائے جرمانہ ادا کرنے کی سہولت ختم کی جائے۔

• حکام کو انسداد بردہ فروشی قانون کے ضوابط کے اطلاق کی تربیت فراہم کی جائے۔

• اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ متاثرین کو بردہ فروشوں کے جبر کی وجہ سے صادر ہونے والے جرائم کی سزا نہیں دی جائے۔

• بردہ فروشی سے متعلق خصوصی سہولیات مردوں سمیت تمام متاثرین کو مساوی فراہم کی جائیں۔

• بردہ فروشی کے مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی قانونی مشیر اور جج تعینات کیے جائیں۔

• جبری مشقت کا شکار افراد کے لیے دارالامان، شناختی دستاویزات اور قانونی مشاورت کی سہولیات کو وسعت دی جائے۔

• اینٹوں کے بھٹوں کا متعلقہ قوانین کے تحت معائنہ کر کے صنعتوں کو قانونی پاسداری کا پابند اور جبری مشقت کا شکار مشکوک افراد کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوالے کیا جائے۔

• بیرون ملک جانے والے مزدوروں سے بھرتی فیس کے خاتمہ کے اقدامات کیے جائیں۔

• خواتین افرادی قوت کے بیرون ملک ہجرت پر پابندی ختم کر کے میزبان ممالک کی حکومتوں کے ساتھ ان کے تحفظ پر مذاکرات کیے جائیں۔

• انسداد بردہ فروشی کے بارے میں درست معلومات جمع کرنے کی کوششوں میں بہتری لائی جائے۔

• اقوام متحدہ کے معاہدہ برائے انسداد بردہ فروشی میں شمولیت اختیار کی جائے۔

قانونی کارروائیاں

حکومت نے نفاذِ قانون کی مجموعی کوششیں جاری رکھیں اگرچہ اُس نے عصمت فروشی کی تحقیقات اور سزائوں میں کمی کی تاہم محنت کشوں کی غیر قانونی منتقلی کے خلاف تادیبی کارروائیوں میں معمولی اضافہ کیا۔ مختلف ملکی قوانین عصمت فروشی اور لیبر کے لیے انسانی منتقلی کو جرم قرار دیتے ہیں۔ انسدادِ بردہ فروشی قانون مجریہ ۲۰۱۸ء عصمت فروشی اور جبری مشقت کے لیے انسانی منتقلی کو جرم قرار دیکر متاثرہ مرد ہونے کی صورت میں سات سال قید دس لاکھ پاکستانی روپے یعنی چھ ہزار دو سو ساٹھ امریکی ڈالر جرمانہ یادوں سزائیں اور متاثرہ عورت یا بچہ ہونے کی صورت میں دس سال قید اور دس لاکھ روپے جرمانہ یادوں سزائیں تجویز کرتا ہے۔ اگرچہ مجوزہ سزائیں کافی سخت ہیں تاہم قید کے بجائے جرمانہ کی ادائیگی کی سہولت کی وجہ سے یہ سزائیں اس نوعیت کے دیگر جرائم جیسا کہ جنسی زیادتی کی سزا کی نسبت نہایت ہی نرم ہیں۔ حکومت نے پاکستان فوجداری قانون میں بردہ فروشی کو غیر قانونی قرار دینے والے شقوں کا استعمال بھی جاری رکھا۔ مثال کے طور پر شق ۳۷۱ الف اور ۳۷۱ ب جنسی تجارت کے مقصد سے انسانی خرید و فروخت کو جرم قرار دیکر پچیس سال قید اور جرمانہ تجویز کرتے ہیں۔ شق ۳۷۲ میں جبری مشقت کو جرم قرار دیکر اور پانچ سال قید کی سزا یا جرمانہ یا پھر مخلوط سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ شق ۳۶۶ الف میں اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکی کی خریداری کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اُس کی سزا دس سال قید اور جرمانہ تجویز کی گئی ہے۔ شق ۳۷۰ میں کسی بھی شخص کی بطور غلام خرید و فروخت کے جرم کی سزاسات سال قید اور جرمانہ جبکہ شق ۳۷۱ میں غلاموں کی پیشہ ورانہ تجارت کی سزا دس سال قید اور دس سال سے کم سزا کی صورت میں جرمانہ کی ادائیگی مقرر کی گئی ہے۔ یہ سزائیں کافی سخت ہیں اور عصمت فروشی کے لیے خرید و فروخت کے حوالہ سے دیگر سنگین جرائم جیسا کہ جنسی زیادتی کی سزا سے ہم آہنگ ہیں۔ وفاقی قانون برائے انسدادِ جبری مشقت یعنی بی ایل ایس اے میں جبری مشقت کو غیر قانونی قرار اور دو سے لیکر پانچ سال تک قید، یادوں، سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ یہ سزائیں نمایاں طور پر سخت ہیں۔ صوبائی حکومتوں نے ایسے لیبر قوانین اختیار کیے ہیں، جن میں جبری مشقت مخالف قوانین بھی اختیارات کی منتقلی کے قانون ۲۰۱۰ء کے تحت شامل ہیں جبکہ وفاقی قانون اُس وقت تک نافذ العمل ہو گا جب تک کہ صوبے اپنا قانون وضع نہیں کرتے۔ پنجاب حکومت نے انسدادِ بردہ فروشی کے قانون کے تحت پندرہ مقدمات کی تفتیش کی اور ۱۴ میں سزائیں سنائیں، جس میں ۱۱۹ استغاثہ شرکاء شامل تھے تاہم بردہ فروشی میں ملوث کسی بھی مجرم کو سزا نہیں دی گئی۔ گزشتہ رپورٹنگ دورانیہ کے دوران پانچ مقدمات کی تفتیش کی گئی تھی جس میں ۸۵ متاثرین شامل تھے تاہم سزائوں کی تعداد معلوم نہیں تھی اور گزشتہ سال ۱۴ سزائیں دی گئیں۔ خیبر پختونخوا نے چھ مقدمات کی تحقیق کا آغاز کیا اور انسدادِ بردہ فروشی

قانون کے تحت استغاثہ کے آٹھ افراد پر مشتمل مقدمات میں چھ سزائیں صادر کی گئیں، جو کہ زیر مطالعہ رپورٹ کی تکمیل تک زیر سماعت تھیں۔ حکومت نے صوبوں اور خصوصی زیر انتظام علاقہ جات میں فوجداری قانون کے تحت بردہ فروشی کی تفتیش، قانونی کارروائیوں اور سزائوں کے اعداد و شمار جاری کیئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدلیہ نے مجموعی طور عصمت فروشی کے ۸۰۰ مقدمات کی تفتیش کی اور ۵۶۱ مقدمات میں قانونی پیشرفت کرتے ہوئے ۱۹۱ افراد کو سزائیں صادر کیں۔ گزشتہ رپورٹنگ دورانیہ میں ۹۱۶ عصمت فروشی مقدمات میں تفتیش اور ۵۶۱ میں قانونی چارہ جوئی کے بعد ۱۳۱ سزائیں دی گئیں تھیں۔ دیکھا جائے تو عصمت فروشی کے واقعات کی اکثر تحقیقات اور سزائیں پنجاب میں تکمیل پائی ہیں۔ جہاں پر پاکستان کی نصف سے زیادہ آبادی رہائش پذیر ہے۔ اکثر مقدمات پاکستان پیپلز کوڈ کے سیکشن ۱۷۳ الف کے تحت جسم فروشی کے لیے انسانی خرید و فروخت سے متعلق قوانین کے تحت نمٹائے گئے۔ حکومت نے فرد جرم میں سزا کے اعداد و شمار پیش نہیں کیئے۔ پنجاب میں جسم فروشی کے مقدمات کے خلاف قانونی کارروائیاں بھی عصمت فروشی کے بارے میں قومی اعداد و شمار کا حصہ رہیں۔ مجموعی تحقیقات اور قانونی کارروائیوں کی نوے فیصد اطلاعات پنجاب سے وصول ہوئیں۔ جبری مشقت کی خاطر انسانی غیر قانونی منتقلی، خصوصی طور جبری مشقت، کے خلاف سرکاری قانونی کارروائیاں ناکافی تھیں۔ بی ایل ایس اے کی موجودگی کے باوجود جبری مشقت جاری رہی، جس کی وجہ زیادہ تر غیر موثر قانونی اطلاق اور بااثر حکام اور مجرموں کا گھٹ جوڑ ہے۔ بی ایل ایس اے کے تحت بردہ فروشوں کی خلاف تفتیش، قانونی کارروائی اور سزا کے اقدامات اٹھانے والا واحد صوبہ پنجاب رہا۔ واضح رہے کہ پنجاب کے حکام نے جبری مشقت کے ۱۹۲ مقدمات کی تفتیش کی، ۷۴ میں قانونی چارہ جوئی اور ۲۰ بردہ فروشوں کو سزا دی، جو کہ گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران ۷۷ تحقیقات، ۲۰ سماعتوں اور ۱۶ سزائوں کی نسبت نمایاں اضافہ ہے۔ پنجاب کے محکمہ لیبر نے بھٹوں میں بچوں سے مشقت کے انسداد کے قانون کے تحت ۱۴۶ آئی آر ڈر ج کر کے ۱۷۴ افراد کو گرفتار کیا۔

ایک بین الاقوامی تنظیم نے بیان کیا کہ پولیس کی جانب سے شکایتوں پر اقدامات میں سست روی اور ذیلی عدالتوں کے جج صاحبان کی کم سگہی کی وجہ سے سرکاری حکام بی ایل ایس اے کو مناسب طریقہ سے نافذ کرنے سے قاصر تھے۔ مزید برآں سندھ سمیت اکثر صوبوں میں محکمہ لیبر جبری مشقت کے مقدمات کا نگران تھا مگر اُس کا دائرہ اختیار زیادہ سے زیادہ جرمانہ لاگو کرنے کی حد تک محدود رہا۔ پنجاب نے جبری مشقت کے خلاف تعزیرات پاکستان کی شق ۷۳ کے تحت کسی بھی نوعیت کی تحقیقات کا آغاز نہیں کیا۔ سندھ کے حکام نے ۲۶ مقدمات میں تفتیش کی شروعات کی اور تعزیرات پاکستان کی شق ۷۳ کے تحت غلاموں کی تجارت کے عادی افراد کے خلاف ۲۵

استغاثہ داخل کیے جو کہ گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران چار تحقیقات اور تین سزائوں کی نسبت اس سال اچھا خاصہ اضافہ ہے۔ اگرچہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران سندھ پولیس نے ۱۳۰۸۴ افراد کو جبری مشقت کے اڈوں سے آزاد کروایا تاہم ان کے خلاف فوجداری مقدمات داخل نہیں کیے۔

اگرچہ پولیس اور استغاثہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقدمات کی پیروی کریں لیکن حکام نے بتایا ہے کہ چونکہ متاثرین تحقیقات اور مقدمہ کی کارروائی کے اخراجات برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتے اس لیے پیروی نہیں کی جاتی۔ حکومت نے تعزیرات پاکستان کی کئی شقوں اور اعداد و شمار کا تذکرہ کیا ہے جو انسانی سمگلنگ اور اس سے ہٹ کر کئے جانے والے جرائم سے متعلق ہیں لیکن یہ بتانے سے قاصر رہی ہے کہ کون سی شقیں ان دونوں جرائم سے الگ الگ متعلق ہیں۔ سندھ کی عدالتیں بردہ فروشی کے مقدمات میں کبھی کبھار ہی متاثرین کو ظالموں کے چنگل سے چھڑانے کی خاطر مداخلت کرتی ہیں لیکن وہ بھی جبری مشقت کے جرم میں ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی نہیں کرتیں۔

اگرچہ سندھ میں جبری مشقت کو جرم قرار دینے کی قانون سازی ۲۰۱۵ء میں ہی مکمل کر لی گئی تھی لیکن اس پر عمل درآمد کے لیے درکار دیوانی اور فوجداری قواعد بھی تک تشکیل نہیں دیئے جاسکے ہیں۔ دوسری جانب بی ایل ایس اے کی رُو سے ہر صوبے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر عمل درآمد یقینی بنانے اور اس سے متعلق رپورٹیں تیار کرنے اور مقدمات دائر کرنے کے لیے ضلعی نگران کمیٹیاں تشکیل دے لیکن حکومت جبری مشقت کا شکار آن پڑھ افراد سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ خود بی ایل ایس اے کو سمجھیں گے، پھرتی سے اپنی جان زمینداروں سے چھڑائیں گے اور خود چل کر اپنے مقدمات عدالتوں میں دائر کریں گے۔ تمام تر مشکلات عبور کر کے اگر کبھی جبری مشقت کا شکار افراد عدالت میں مقدمہ دائر کر بھی لیں تو عدالتیں اول تو خود کوئی کارروائی کرتی ہی نہیں یا پھر انہیں انتظامیہ کے حوالے کر دیتی ہیں۔ یوں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی سمگلنگ کے متاثرین کو اپنے مالکان کے غضب کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

انسداد بردہ فروشی سے متعلقہ تمام تر سرکاری امور کا پہلا رابطہ کار اور معاون ادارہ وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) ہے۔ یہ ایجنسی نقل و حرکت پر نظر رکھتی ہے جبکہ صوبائی محکمہ پولیس عام طور پر اندرون ملک بردہ فروشی کے معاملات پر نظر رکھتا ہے۔ اگرچہ صوبائی پولیس اور ایف آئی اے کبھی کبھار ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اعداد و شمار اکٹھے کرنے اور قانون کے نفاذ کے ضمن میں باہمی تعاون کمزور اور پیچیدہ ہے۔ ایف آئی اے بردہ فروشی اور غیر قانونی نقل مکانی کے واقعات کی تفتیش و فاتی، صوبائی اور مقامی سطحوں پر انسداد ٹریفکنگ قوانین کے نفاذ کی اپنی ۲۴ جوائنٹ ٹاسک فورسز کی توسط سے کرتا ہے۔

ایف آئی اے کے اہلکاروں اور نئے بھرتی ہونے والے افسروں کو باقاعدگی کے ساتھ انسانی اسمگلنگ کی مختلف اقسام بشمول بردہ فروشی اور غیر قانونی طور پر ملک سے باہر جانے کے درمیان تفریق کے بارے میں تربیت دی جاتی ہے تاہم کچھ اہلکار اس جرم کی مختلف اقسام میں فرق کو شناخت نہیں کر پاتے۔ اضافی تربیت کے باعث اعلیٰ سطحی ایف آئی اے افسران نے ذیلی اہلکاروں کی آگہی، استعداد کار میں اضافہ اور اداروں کے درمیان تعاون کو فروغ دینے پر توجہ مرکوز رکھی۔ اسی اثناء میں غیر ملکی حکومتوں اور عالمی اداروں نے پولیس، وکلاء استغاثہ، تفتیشی افسروں اور ایف آئی اے حکام کو بردہ فروشی سے متعلق تربیت کے لیے مالی معاونت فراہم کی۔ بیرون ملک یونان، ایران اور عمان میں پاکستانی سفارتخانوں میں ایف آئی اے کے چھوٹے دفاتر قائم ہیں۔ عمان میں قائم دفتر نے دو خواتین کے دعویٰ میں ممکنہ استحصال سے متعلقہ واقعہ میں متاثرین کی ملک واپسی اور پاکستان میں ملوث افراد کی گرفتاری کی کارروائی کی۔ این جی اوز کے مطابق بردہ فروشی سمیت متعدد جرائم کی فوجداری تحقیقات کے لیے درکار ضروری ایف آئی اے آدرج کرنے میں صوبائی پولیس کو تباہی کرتی ہے۔ مزید برآں ججوں اور استغاثہ کی تربیت کی کمی اور عدالتی نظام کو درپیش دیرینہ بحران بردہ فروشی کے مقدمات میں التواء اور کم سزاؤں کی وجوہات میں شامل ہے۔ دریں اثناء حکومت نے نفاذ قانون میں باہمی تعاون کے پیش نظر متعدد ممالک کے ساتھ دو طرفہ معاہدے کر رکھے ہیں اور انٹرپول کے ساتھ مل کر بھی کام کرتی ہے۔

رپورٹنگ کے عرصہ کے دوران بردہ فروشی کے خلاف کوششوں میں ایک بڑی رکاوٹ سرکاری حکام کی طرف سے غیر قانونی انسانی منتقلی میں ملوث افراد کے ساتھ ملی بھگت رہی۔ مسلسل دوسرے سال بھی سرکاری حکام کی بردہ فروشی کے واقعات میں ملوث ہونے کی دیرینہ اطلاعات کے باوجود سرکار نے ایسے گٹھ جوڑ میں ملوث حکام کے خلاف تحقیقات، مقدمہ جوئی اور سزا دلوانے کے لیے اقدامات نہیں اٹھائے۔ تاہم حکومت کے مطابق اُس نے پنجاب میں دو اور اسلام آباد میں سات ایف آئی اے اہلکاروں کو بردہ فروشی کے جرائم میں معطل اور ایک اہلکار کو نوکری سے فارغ کیا۔ حکومت نے مذکورہ مقدمات میں تعزیراتی تفتیش کے آغاز کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ مذکورہ عرصہ کے دوران کمسن فوجی بھرتی کرنے والے غیر ریاستی عناصر کو سرکاری مدد حاصل رہی۔ حکومت نے بچوں کو عسکری مقاصد کے لیے بھرتی کرنے والے جرائم میں ملوث افراد کے خلاف تفتیش، استغاثہ اور سزا کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ جولائی ۲۰۱۹ء میں ۱۴ سالہ نوکرانی نے اپنے مالک کے بارے میں، جو پنجاب اسمبلی کا رکن ہے، واضح حقائق بتائے کہ وہ جنسی زیادتی اور تشدد سمیت بردہ فروشی میں ملوث ہے۔ اگرچہ پولیس نے رپورٹ درج کر لی تھی لیکن صوبائی حکومت کی مبینہ مداخلت کی وجہ سے پولیس اسے گرفتار نہ کر سکی۔ آخری اطلاعات تک مقدمہ میں کسی پیش رفت کی خبر نہیں تھی۔ ۲۰۱۸ء کے اکتوبر میں پولیس نے پاکستانی فوج

کی ایک خاتون افسر کے گھر سے ایک دس سالہ نوکرانی کو رہائی دلوائی جس کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ پولیس نے خاتون میجر کے شوہر کو گرفتار کیا تھا۔ حکومت نے اس بارے میں مزید نہیں بتایا کہ اُس نوکرانی کے مالکان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا یا نہیں اور آیا اُس اے ایس آئی کے خلاف تحقیقات شروع کی گئی یا نہیں جس کو مبینہ طور پر مقدمہ درج نہ کرنے پر ابتدائی طور پر معطل کیا گیا تھا۔

حکومت نے جبری مشقت کی وبا کی طرح پھیلاؤ میں مقامی حکام کی ملی بھگت کے خلاف کسی بھی کارروائی کی اطلاع نہیں دی، جس کی وجہ سے یہ متاثر مل رہا ہے کہ مجرموں کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ جاگیر دار اور اینٹوں کے بھٹوں کے مالکان جبری مشقت لینے کے لیے اپنے سیاسی روابط کو استعمال کرتے ہیں۔ کچھ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں کہ جبری مشقت کا شکار لوگ جب قانون کا سہارا لینے یا اپنے مالکان کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کریں تو پولیس مقدمہ درج کرنے سے انکار کر دیتی ہے اور مزدوروں کو اُن کے مالکان کے حوالے کر دیتی ہے۔ این جی اوز مسلسل یہ بتاتی رہی ہیں کہ جبری مشقت لینے والوں نے پولیس کے ساتھ مل کر متاثرین کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کرائے اور انہیں جیل بھجوا دیا۔ ایسی اطلاعات بھی ملی ہیں کہ جبری مشقت کے کچھ ایسے متاثرین کو جنہیں حکام یا این جی اوز نے رہائی دلوائی تھی، ان کے مالکان نے پولیس کی ملی بھگت سے انکوائری کر لیا۔ جبری مشقت لینے والے اگر امیر اور سیاسی طور پر متاثر مقامی لوگ ہوں تو پولیس اُن کے خلاف کسی بھی کارروائی سے کتراتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق بعض صورتوں میں پولیس صرف اس وقت بردہ فروشی اور جبری مشقت جیسے جرائم کے خلاف متحرک ہوئی جب ذرائع ابلاغ اور سماجی کارکنوں کا دباؤ پڑا۔ ماہرین نے الزام عائد کیا ہے کہ پولیس عصمت فروشی سے متعلق جرائم سے چشم پوشی کرنے کے لیے رشوت وصول کرتی ہے۔ اُن میں عصمت فروشی کے مقاصد کے لیے کی جانے والی غیر قانونی انسانی منتقلی شامل ہے اور سرحدوں پر تعینات افسران کی مبینہ ملی بھگت شامل ہو سکتی ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں کا کہنا ہے کہ پولیس رشوت وصول کیے بنا کمسن افراد کے جنسی استحصال اور جنسی مقاصد کے لیے بردہ فروشی جیسے جرائم کی شکایت تک درج نہیں کرتی۔ بعض گارمنٹس فیکٹریوں نے لیبر معائنہ سے بچنے کے لیے محکمہ لیبر کو ماہانہ رشوت ادا کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جبکہ سندھ میں بعض کارخانوں نے لیبر معائنہ کاروں کو معائنہ سے روکنے کے لیے پیسے فراہم کیے۔

تحفظ

حکومت نے بردہ فروشی کے متاثرین کے تحفظ کی مجموعی کوششیں برقرار رکھیں اور حالیہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران زیادہ متاثرین کی نشاندہی کی ہے لیکن ذکر کردہ متاثرین، خاص طور پر جبری مشقت کے چنگل میں پھنسے ہوئے افراد کے تحفظ کی کوششیں ناکافی تھیں۔ پولیس نے ۲۰۱۹ء میں جبری مشقت کا شکار ۱۹ ہزار ۹۵۴ لوگوں کی نسبت ۲۰۲۰ء میں ۳۲ ہزار ۲۲ متاثرین کی نشاندہی کی، جو

کہ ماضی کی نسبت زیادہ ہے لیکن حکومت نے اضافہ کی وجوہات بیان نہیں کی ہیں۔ اُن متاثرین میں ۵۲۵۵۵ پندرہ ہزار دو سو پچپن خواتین، نو ہزار پانچ سو اکاسی مرد، چھ ہزار نو سو سٹینٹس بچے اور دو سو اونچاس خواجہ سراء متاثرین شامل ہیں۔ ۲۰۲۰ء میں جبری مشقت کے صرف تیس افراد کی نشاندہی ہوئی جو کہ ۲۰۱۹ء میں ۶۰ متاثرین کی بہ نسبت بہت کم ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ نفاذ قانون، ترک وطن اور عوامی خدمات سے متعلق اہلکاروں کو بردہ فروشی کے متاثرین کی شناخت کرنے کی مروجہ تربیت حاصل ہے تاہم سرکاری طور پر یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ اہلکار اور ملازمین مذکورہ مروجہ قوانین کی تشہیر اور اطلاق کتنے تو اترا سے کرتے ہیں۔

جنوری ۲۰۲۱ء میں کابینہ نے پی ٹی پی اے ۲۰۱۸ء کے اطلاق کے اصول وضع کیے، جن میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تفتیش اور آگہی کی کوششوں کے قواعد کی ترتیب بھی فراہم کی گئی لیکن سب سے زیادہ اُجاگر تحفظ کے طریقہ ہائے کار، بشمول بردہ فروشی متاثرین کی نشاندہی اور اُن کو خدمات کی فراہمیوں، کو کیا گیا۔ قوانین میں غیر سرکاری تنظیموں کے لیے کم از کم معیار مقرر کرتے ہوئے متاثرین کو تحفظ اور رازداری کے حق سمیت اُن کے لیے وسیع سہولتوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ صوبائی پولیس نے انسانی تجارت کا شکار گیارہ ہزار آٹھ سو تین متاثرین کو سرکاری اور غیر سرکاری بحالی مراکز کے حوالہ کیا، جن میں ۴۴۳ مرد شامل تھے، جو کہ گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کی نسبت نمایاں اضافہ ہے تاہم نشاندہی کردہ مجموعی تعداد کی بہ نسبت نہایت کم ہے۔

پولیس کے مطابق بعض متاثرین نے حکومتی فلاحی خدمات سے استفادہ حاصل کرنے سے انکار کر دیا لیکن سہولیات کی دستیابی بھی ایک مسئلہ تھا کیونکہ متعدد علاقوں میں پناہ گاہوں اور سہولیات کی عدم دستیابی تھی، خاص طور پر مرد متاثرین کے لیے۔ بردہ فروشی سمیت مختلف نوعیت کی سخت مشکلات کا شکار خواتین کے لیے سرکاری سرپرستی میں فعال دارالامان ہی واحد دستیاب سہولت ہیں۔

پنجاب میں موجود چھتیس ضلعی سطح کے دارالامان برائے خواتین فعال تھے۔ صوبہ سندھ کی حکومت نے ۲۹ ضلعوں میں سے پانچ میں دارالامان برائے خواتین اور چار ایسے مراکز فعال قائم کیے ہیں جو کہ مصیبت کا شکار خواتین کو طبی اور قانونی مدد اور ۲ گھنٹوں کے لیے پناہ فراہم کرتے ہیں۔ خیبر پختونخوا حکومت کے مطابق صوبہ کے چھبیس میں سے چھ اضلاع میں عورتوں کے لیے دارالامان اور استحصال کا شکار بچوں کے لیے دس فلاحی مراکز فعال ہیں اور بلوچستان کے ۳۲ اضلاع میں عورتوں اور مردوں کے لیے ایک ایک دارالامان موجود ہے۔ اسلام آباد کے وفاقی علاقہ میں خواتین اور بچوں کو خدمات فراہم کرنے کا ایک ہی فیملی بحالی مرکز قائم کیا گیا ہے۔ غیر سرکاری اداروں اور مقامی سیاستدانوں نے سرکاری دارالامان میں غیر معیاری انتظامات اور وسائل کی کمی جیسا کہ نہانے دھونے کی سہولیات کی عدم دستیابی پر تشویش کا اظہار کیا۔ مزید برآں بعض سرکاری دارالامانوں میں عارضی سہولیات کی وجہ سے متاثرین کو اُن کا

استحصال کرنے والوں بشمول بردہ فروشوں کی طرف لوٹنا پڑا۔ بچوں کی تجارت کے مقدمات، جن میں والدین بھی شریک جرم ہو سکتے ہیں، خصوصی تشویش کا باعث رہے ہیں، کیونکہ حکام نے انسانی تجارت کا شکار بچوں کو برآمد کرنے کے بعد اس بات کو یقینی بنائے بغیر ہی فوری طور پر ان کے خاندانوں کے حوالہ کر دیا کہ وہ مستقبل میں گھر والوں کی جانب سے فروخت کا شکار نہ بن سکیں۔ مختلف صوبوں میں لڑکوں کو دارالامان تک رسائی تھی لیکن حکومت نے ملک میں فقط سات دارالامانوں کی نشاندہی کی ہے جن تک مردوں کو رسائی حاصل ہے۔

حکومت نے پناہ گزہ کے نام سے دارالامان بھی فعال رکھے جن میں تمام صنفوں سے تعلق رکھنے والے بردہ فروشی سے متاثرہ افراد پناہ لے سکتے ہیں۔ پنجاب نے رپورٹنگ عرصہ کے دوران بردہ فروشی سے متاثر ۷۸۳ مردوں کو پناہ فراہم کرنے کی اطلاعات دیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع نے کہا کہ معاشرتی روایتوں کی وجہ سے مرد متاثرین کی جانب سے مدد طلب یا قبول کرنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ سول سوسائٹی نے بعض متاثرین کو کسی خاطر خواہ سرکاری مدد کے بغیر ہی اپنی طرف سے سہولیات کی فراہمی جاری رکھی۔ امکان ہے کہ کچھ حد تک معاشرتی نزاکتوں کے باعث حکام نے عصمت فروشی کے لیے بردہ فروشی میں ملوث نامعلوم افراد کے خلاف اخلاقی جرائم کے مقدمات درج کیے ہوں۔

صوبائی سطح پر چائلڈ پروٹیکشن یونٹ (سی پی یو) نے پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں استحصال اور جبری مشقت کا شکار بچوں کی شناخت کر کے ان کو حکومت اور این جی اوز کے بحالی مراکز کے حوالہ کیا۔ تاہم بعض پناہ گاہوں میں عملہ کی کمی کی وجہ سے مطلوبہ سہولیات کا فقدان تھا۔ خیبر پختونخوا میں بچوں کے تحفظ کے ۱۴ مراکز میں افسران تعینات نہیں تھے جس کے بارے میں حکام نے کرونا و باء کا عذر پیش کیا تاہم این جی اوز نے نشاندہی کی کہ یہ آسامیاں برسوں سے خالی پڑی ہوئی ہیں۔ ماضی میں پنجاب میں بچوں کے تحفظ اور فلاح کے بورڈ نے گلیوں میں بسنے والے بے گھر بچوں کی شناخت اور اندراج پر کام کیا تاہم اب وہ پروگرام فنڈز کی کمی کی وجہ اور غیر موثر ہونے کا تاثر دیکر بند کر دیا گیا۔

بی ایل ایس اے کے تحت ضلعی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اس قانون کے نفاذ کے لیے اور بیگار کا شکار افراد کی مدد کے لیے ضلعی لیبر نگران کمیٹیاں (ڈی وی سی) قائم کرے۔ پنجاب نے ۳۶ ضلعوں میں ڈی وی سیز برقرار رکھیں، جنہوں نے ۱۱۸۸ اجلاس کیے، جو کہ گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران کیئے جانے والے ۱۲۵۹ اجلاسوں سے خاصے کم ہیں۔ سندھ حکومت کے مطابق اس کے پاس ۲۹ ڈی

وی سیز تھیں تاہم انہوں نے کوئی بھی اجلاس نہیں کیا اور جبری مشقت کا شکار افراد کو چھڑانے کے لیے چھاپے مارے۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے پاس ڈی وی سیز نہیں ہیں۔ پنجاب اور کے پی نے امداد کے طلبگار جبری مشقت کا شکار افراد کو قانونی مدد فراہم کی۔ بلوچستان ڈی وی سیز کی تشکیل کے مراحل میں ہے اور گلگت بلتستان میں حکام نے لیبر ڈائریکٹوریٹ قائم کیا ہے، جو کہ تمام علاقہ کی نگرانی کرتا ہے۔

حکام کے مطابق ڈی وی سیز کو ترغیب، معلومات اور وسائل کی کمی کا سامنا ہونے کی وجہ سے انسداد جبری مشقت کی کوششوں کو دھچکا لگ رہا ہے۔

بعض حکام نے ڈی وی سیز کی صدارت ڈپٹی کمشنرز کو دینے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ مصروفیت کے باعث جبری مشقت کے خاتمہ کی ذمہ داری کو ترجیح دینے اور اجلاس طلب کرنے کے قانونی تقاضہ کی تکمیل سے قاصر ہوتے ہیں۔ برعکس بعض صوبائی حکومتیں ابھی تک جبری مشقت کا شکار افراد پر انحصار کرتی ہیں کہ وہ خود فلاحی مدد حاصل کریں گے۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے پاس ڈی وی سیز نہیں ہیں۔ پنجاب اور کے پی نے امداد کے طلبگار جبری مشقت کا شکار افراد کو قانونی مدد فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

غیر سرکاری تنظیموں کے مطابق سندھ سمیت صوبائی حکومتوں کی جانب سے سینکڑوں بھٹوں کا اندراج نہ کرنے کی وجہ سے ہزاروں مزدور صوبائی قوانین کے تحت فراہم کردہ سوشل ویلفیئر سہولیات حاصل کرنے سے محروم رہے۔

غیر سرکاری تنظیموں کے مطابق متعدد واقعات میں جبری مشقت کا شکار افراد نے قانونی کارروائی کی بجائے جرمانہ کے عوض تصفیہ کو ترجیح دی جس کا ایک سبب یہ تھا کہ جب حکام متاثرین کو استحضال والی جگہ سے ہٹا لیتے ہیں تو پولیس اور عدلیہ متاثرین کی مدد بند کر دیتی ہے کیونکہ حکام متاثرین کو انصاف کے لیے باضابطہ دیوانی یا فوجداری مقدمہ دائر کرنے کے بارے میں آگہی فراہم نہیں کرتے ہیں۔ بیگار سے آزاد ہونے والے متاثرین کو حکام نے آزاد تو کر والیا تاہم ان کے پاس متبادل ملازمت اور رہائش نہ ہونے کی وجہ سے ان کو بھٹوں اور زرعی زمینوں پر واپس جا کر پہلے سے بھی زیادہ قرضہ لینا پڑ گیا۔ اُس کے علاوہ شناختی دستاویزات سے محروم مزدور زیادہ خطرناک صورتحال کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ سرکاری سہولیات بشمول حفظانِ صحت اور خوراک کے حصول کے لیے وظائف سے محروم رہتے ہیں۔

این جی اوز کے زیر انتظام بعض دارالامان بیگار سے آزاد ہونے والے محنت کشوں کو بشمول اہل و عیال رہائش فراہم کر سکتے تھے لیکن وسائل کی کمی کے باعث طویل مدت تک رہائش دینے سے قاصر تھے۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ غیر قانونی انسانی تجارت کے متعلق تفتیش میں مدد فراہم کرنے والے متاثرین کو تحفظ دیا جائے لیکن حکومت نے یہ نہیں واضح کیا کہ اُس نے کتنی مرتبہ رہائش مہیا کرنے کا وعدہ پورا کیا۔ متاثرین نے اپنے اور اپنے خاندان کو تشدد کے خطرات کے باعث بردہ فروشوں کے خلاف گواہی دینے سے گریز کیا۔

پی ٹی پی اے اور تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات متاثرین کی بحالی کی گنجائش فراہم کرتی ہیں لیکن عدالتوں نے اس حوالہ سے اقدامات نہیں کیے۔ رپورٹنگ کے عرصہ کے دوران حکومت نے بردہ فروشوں کا شکار افراد کے بشمول غیر ممالک سے واپس لے کر ایران کے ساتھ سرحد پر استقبالیہ کی تعمیر جاری رکھی۔ بیرون ملک ہجرت اور ملازمت کرنے والے افراد کی دیکھ بھال کے ذمہ دار وزارت برائے سمندر پار پاکستانی اور افرادی قوت کے ماتحت ادارہ ای او بی آئی نے پاکستانی مزدوروں کی مدد اور معلومات کے لیے ۱۳ ممالک میں ۱۹ کمیونٹی ویلفیئر اتاشی مقرر کیے ہیں۔

بی ای او ای نے ۲۰۲۰ء میں وباء کے دوران بیرون ملک در بدر چار لاکھ پاکستانیوں کی وطن واپسی میں مدد کی تاہم اُن میں بردہ فروشوں کے متاثرین کی شناخت کے لیے معائنہ نہیں کیا گیا۔ وزارت داخلہ کے پاس غیر ملکی متاثرین کو اُس وقت تک ملک میں رہنے کی اجازت دینے کا اختیار ہے جب تک وفاقی نظر ثانی بورڈ یا سپریم کورٹ اُن کی ملک بدری کا فیصلہ صادر نہ کر دے۔ حکام نے بیرون ملک سے پاکستان میں بردہ فروشوں کا شکار افراد کی نشاندہی نہیں کی تاہم اکتوبر ۲۰۲۰ء میں خیبر پختونخوا میں حکام نے چار افغان شہریوں کو دس افغان بچوں کی فروخت کے الزام میں گرفتار کیا۔ پشاور میں افغان قونصل خانہ نے متاثرہ بچوں کی بدخشاں افغانستان واپسی کا بندوبست کیا۔

روک تھام

حکومت نے انسانوں کی غیر قانونی تجارت کے خاتمہ کے لیے اقدامات جاری رکھے۔ وزارت داخلہ اور ایف آئی اے نے ایک بین الاقوامی تنظیم اور سول سوسائٹی کے مشورہ سے انسداد بردہ فروشوں اور مہاجرین کی اسمگلنگ کا قومی ایکشن پلان ۲۰۲۱ء-۲۰۲۵ء وضع

کیا۔ ایف آئی اے کے تحقیق اور تجزیاتی سنٹر نے ایک بین الاقوامی ادارے کے تعاون سے بردہ فروشی اور تارکین وطن کی اسمگلنگ کے موضوع پر سہ ماہی خبر نامہ جاری کیا جو کہ ایف آئی اے کی ویب سائٹ پر برائے مطالعہ دستیاب رہا۔

۲۰۲۰ء میں ایف آئی اے نے کاغذی سرشتہ سے کمپیوٹر پر منحصر معلوماتی نظام کا اطلاق کر کے قانون نافذ کرنے والوں کے لیے معلومات کا ذخیرہ اور تبادلہ آسان بنا دیا۔ اگرچہ ماہرین متفق ہیں کہ جبری مشقت پاکستان میں گجھیر بحر ان ہے لیکن پنجاب کے علاوہ صوبائی حکومتیں اس مسئلہ کے اعداد و شمار جمع کرنے سے قاصر رہیں جس کی وجہ سے استحصال کا گڑھ بنے ہوئے اضلاع اور صنعتوں تک رسائی کی کوششوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

لیبر انسپیکٹر بھٹوں، رقوبوں اور صنعتوں سمیت متعدد شعبوں میں جبری مشقت اور بیگار کے معائنہ اور نشاندہی کے لیے صف اول کے سرکاری اہلکار ہیں لیکن انسپیکٹروں کے پاس بردہ فروشی کی شہادتوں کی نشاندہی کی تربیت کی کمی، معائنہ کے لیے وسائل کا فقدان اور ممکنہ طور پر جبری مشقت اور بیگار کا شکار افراد کی نجات کے لیے پولیس کے حوالہ کرنے کے مروجہ اصولوں کی عدم دستیابی ہے۔ مزید برآں لیبر انسپیکٹرز کے پاس بچوں یا جبری مشقت کا شکار افراد کو استحالی صورتحال سے نکالنے کے اختیارات نہیں ہیں۔ زراعت اور گھریلو شعبہ میں کمسن ملازموں کی بھرتی اور جبری مشقت کے بڑے پیمانہ پر واقعات کے باوجود صوبائی قوانین لیبر انسپیکٹروں کو کام کی جگہ پر قوانین کی خلاف ورزی کا جائزہ لینے کی اجازت نہیں دیتے۔ ۲۰۱۹ء میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے لیبر معائنوں پر پابندی ہٹانے کا اعلان کیا تاہم اہلکاروں نے جبری مشقت یا بردہ فروشی کے بارے میں کسی قسم کی اطلاعات نہیں فراہم کیں۔ پاکستان میں دو لاکھ چونسٹھ ہزار کمسن گھریلو ملازمین کی موجودگی کے تخمینہ اور آجروں کے ہاتھوں جسمانی، جنسی تشدد اور جبری مشقت کی روزمرہ کی اطلاعات کے باوجود بھی صوبائی لیبر قوانین کا اطلاق بالغ یا کمسن دونوں نوعیت کے ملازمین پر نہیں ہوتا۔ تاہم رپورٹنگ کے عرصہ کے دوران وفاقی حکومت نے کمسن گھریلو ملازمین کی بھرتی غیر قانونی قرار دیکر اس کو بچوں سے ملازمت کے قانون مجریہ ۱۹۹۱ء کے تحت خطرناک کاموں کی فہرست میں شامل کر دیا۔ بلوچستان حکومت نے ستمبر ۲۰۲۰ء میں چیف انسپیکٹر مائینز کے نام نوٹیفکیشن جاری کر کے صوبہ میں موجود کوئلہ کی کانوں میں پندرہ سال سے کم عمر بچوں کی ملازمت ممنوع قرار دے دی۔ بھٹے فیکٹریز ایکٹ ۱۹۳۴ء کے تابع ہوتے ہیں اور ان پر بھی مزدوروں کو حقوق کی فراہمی سمیت دیگر کارخانوں والے قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ فروری ۲۰۲۰ء میں لاہور ہائی کورٹ کی جانب سے چھ ماہ کے اندر تمام بھٹوں کی رجسٹریشن کے حکم کی تعمیل میں صوبائی حکومت نے تمام بھٹوں کے لیے عوامی رسائی والا آن لائن رجسٹریشن نظام متعارف کروایا۔ تاہم بعض بھٹے آخری اطلاعات تک رجسٹر نہیں ہو سکے تھے۔

صوبوں نے بھٹوں میں کمسن ملازمین اور جبری مشقت کی تفتیش، قانونی کارروائی اور سزا کے لیے لیبر قوانین کا استعمال جاری رکھا تاہم ان قوانین کے تحت صرف جرمانہ ہی لگایا جاسکتا ہے اور حکام ایسے واقعات کی اطلاع پولیس یا فوجداری تفتیش کے لیے نہیں بھیجتے، جس کی وجہ سے مشکوک بردہ فروش سخت سزا سے بچ جاتے ہیں۔ پنجاب نے تین ہزار ۹۵۳ بھٹوں کو خلاف ورزی میں ملوث قرار دیا اور بائیس لاکھ روپے یعنی ۷۰ لاکھ ۱۳ ڈالر جرمانہ لگا دیا۔ ۲۰۱۸ء میں بھی یہ تعداد اتنی ہی تھی لیکن ۲۰۱۹ء میں ۷۱ لاکھ ۷۹ سزائیں اور لگ بھگ ۱۰ لاکھ روپے یا ۳۲۳۶۰ ڈالر جرمانے کی نسبت بہت کم ہیں۔

پنجاب نے بھٹے مزدوروں کو شناختی کارڈ اور بچوں کے پیدائشی سرٹیفکیٹ فراہمی کے اقدامات جاری رکھے۔ خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ کی حکومتوں نے بچوں سے مشقت کی بدترین قسم اور دیگر لیبر خلاف ورزیوں کے خاتمے کے لیے کثیر سالہ منصوبوں کے لیے وسائل مختص کرنے کا سلسلہ اور ان پر عملدرآمد جاری رکھا۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے کمسن ملازموں سے متعلق سروے دوسرے سال بھی جاری رکھا، جو کہ ۱۹۹۶ء کے بعد پہلی مرتبہ ہو رہا ہے، اور انہوں نے لگ بھگ ڈھائی لاکھ خاندانوں تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ حکومت نے سروے کے لیے مالی وسائل مختص کیے ہیں اور ایک بین الاقوامی تنظیم اطلاق میں معاون ہے۔ تاہم کرونا وباء کی وجہ سے لیبر سروے کو روک دیا گیا ہے۔ یورو آف امیکریشن اینڈ اوور سیز ایمپلائمنٹ (بی ای او ای) نے بیرون ملک ملازمین بھیجنے والے نجی بھرتی اداروں کو لائسنس جاری کیے اور مشقت کے لیے ترک وطن کرنے والی افرادی قوت کے امور کی نگرانی جاری رکھی۔ امیکریشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء غیر قانونی اور بغیر رجسٹریشن کام کرنے والے سب ایجنٹوں کے کردار کی حوصلہ شکنی کرتا ہے لیکن ایسے ذیلی ایجنٹ بلا روک ٹوک سرگرم تھے۔ حکومت نے بیرون ملک افرادی قوت بھیجنے والے اداروں کو ترک وطن کرنے والے کارکنوں سے چھ ہزار روپیہ (سینتیس ڈالر) معاوضہ وصول کرنے کی اجازت دے رکھی ہے جو کہ محنت کشوں کی بیرون ملک موت کی صورت میں ان کے گھر والوں کو معاوضہ اور بیرون ملک ملازمت سے منسلک دیگر اخراجات ادا کرنے کے لیے قائم ویلفیئر فنڈ کی مدد میں وصول کی جاتی ہے۔ اگرچہ حکومت کا کہنا ہے کہ ملک سے باہر جانے والے کارکنوں کو اخراجات کے بارے میں رسید جاری کی جانے چاہئے لیکن حکومت نے اس حوالہ سے ہونے والے اخراجات کی کوئی حد بیان نہیں کی ہے نہ ہی محنت کشوں کی رسیدوں پر باقاعدگی سے نظر ثانی کی۔

بی ای او ای کے مطابق رپورٹنگ دورانیہ کے دوران دس رجسٹر شدہ ریکورڈنگ پروموترز کے لائسنس منسوخ اور ۲۱ کے معطل کیے گئے جبکہ گزشتہ سال ۲۸ کے خارج کیے گئے تھے لیکن ان اداروں کی جانب سے کی جانے والی قانونی خلاف ورزیوں کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔ بی ای او ای نے بھرتی کرنے والے اداروں کے خلاف غیر قانونی بھرتی کی ۱۷ شکایتیں ایف آئی اے کو فوجداری تفتیش کے لیے ارسال کیں تاہم ان کے بارے میں تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔ حکومت نے تیس سال سے کم عمر کی خواتین کے گھریلو ملازمت کی غرض سے بیرون ملک سفر پر پابندی برقرار رکھی جبکہ ۳۰ سے ۳۵ سال کی خواتین کے لیے سمندر پار پاکستانیوں کی وزارت سے منظوری لینا لازمی تھی۔ اقوام متحدہ اور سول سوسائٹی کے مطابق ان عورتوں کے ترک وطن پر پابندی کے باعث وہ غیر قانونی ہجرت اور اس کے نتیجے میں بردہ فروشوں کے ہتھے چڑھنے کے خطرات کا شکار تھیں۔

بیورو آف امیگریشن اینڈ اوور سیز ایمپلائمنٹ کے قواعد، روزگار کے لیے بیرون ممالک جانے والوں کو قبل ازرواگی بیورو کے سات دفاتر میں سے کسی ایک میں بریفنگ حاصل کرنے کا پابند کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ بیرون ملک مشکلات کا سامنا ہونے کی صورت میں کیا کرنا ہے تاہم مبصرین کا کہنا ہے کہ یہ دفاتر ممکنہ خطرات اور بردہ فروشی جیسے مسئلہ سے نمٹنے کے لیے کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کرتے۔ گزشتہ عرصہ کے دوران وباء کے باعث پروازوں میں کمی کی وجہ سے بہت ہی کم افراد بیرون ملک ملازمت پر روانہ ہو سکے۔

اپریل ۲۰۱۹ء میں فوج نے یہ اعلان کیا کہ وہ تیس ہزار مذہبی تعلیمی اداروں، جن میں مدارس بھی شامل ہیں، کو سرکاری ضابطہ اخلاق کے دائرے میں لائے گی۔ ان میں ماورائے ریاست کچھ مسلح گروہ زبردستی کسمن فوجی بھرتی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے ۲۳ لاکھ افغان پناہ گزینوں کو مختلف نوعیت کی تحفظاتی سطح پر ملک میں پناہ دے رکھی ہے۔ ۳۰ جون ۲۰۲۰ء تک حکومت نے ۸ لاکھ ۷۸ ہزار افغانوں کو افغان شہری کارڈ جاری کیے، جو کہ ان افغان باشندوں کو پاکستان فائر زون ایکٹ کے تحت ملک بدر ہونے سے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۴ لاکھ افغان پناہ گزین ایسے تھے جن کی رجسٹریشن میں توسیع کی گئی تھی اور انہیں بھی رجسٹریشن کے ثبوت والے کارڈ جاری کیے گئے۔ حکومت نے جون ۲۰۲۰ء کے بعد افغان شہری کارڈ اور مستقل رہائشی شناخت میں توسیع نہیں کی۔ اگرچہ حکومت نے ایجنسیوں کو قانونی طور پر رہائش پزیر افغان شہریوں کو ہراساں نہ کرنے کی ہدایت کی ہے تاہم کارڈز کے حامل افراد مشکلات کا شکار تھے۔ مثال کے طور پر بینکوں نے پناہ گزینوں کو مالی لین دین، یونیورسٹیوں نے طالب علموں کو داخلہ اور صوبائی

حکومتوں نے اُن کی صوبائی حدود سے باہر جانے پر پابندی نافذ رکھی۔ حکومت نے عصمت فروشی کے دھندہ کی روک تھام کے لیے کوششیں نہیں کیں۔ واضح رہے کہ پاکستان نے اقوام متحدہ کے ٹریڈنگ ان پرنسپلز ایکٹ ۲۰۰۰ء کی توثیق نہیں کی۔

برده فروشی کی صورتحال

گزشتہ پانچ برسوں کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ برده فروش پاکستان کے اندر اور بیرون ملک پاکستانی اور غیر ملکی افراد کا استحصال کرتے ہیں۔ برده فروشی کے حوالے سے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جبری مشقت ہے، جس میں پھنسے ہوئے مزدور کو شروع میں فراہم کردہ قرض ملازمت کی شرائط کا حصہ ہوتا ہے اور پھر اس گھناؤنی چال میں پورا خاندان پھنسا لیا جاتا ہے بسا اوقات یہ چکر کئی نسلوں تک پھیل جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ سلسلہ وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ مقامی سرکاری حکام سمیت برده فروشی میں ملوث گروہ بنیادی طور پر مردوں، عورتوں اور بچوں کو سندھ میں کھیتوں میں جبکہ پنجاب اور سندھ میں اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ برده فروش مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنے بے تحاشہ بڑھے ہوئے قرضے ادا کرنے کے لیے سندھ، پنجاب، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں زراعت، اینٹوں کے بھٹوں اور کسی حد تک ماہی پروری، کان کنی، ٹیکسٹائل، چوڑی اور قالین سازی کی صنعتوں میں کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ زرعی شعبہ میں مزدوروں کو گندم، کپاس اور گنے کے کھیتوں میں کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ برده فروش اکثر و بیشتر مزدوروں کو اُن کی آمدنی اور اخراجات کی رسید نہیں دیتے، مزدوروں کو دیے گئے قرض، اُس پر لگنے والے سود، اُن کی اپنی کمائی اور ادا کیے گئے قرض کا سارا حساب کتاب مالکان کی تحویل میں رہتا ہے۔ جاگیردار مزدوروں کے اُن پڑھ ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حساب کتاب میں گڑبڑ اور مزدوروں کا استحصال اور جبری مشقت جاری رکھتے ہیں۔ بہت سے جاگیردار اور اینٹوں کے بھٹوں کے مالکان برده فروشی اور جبری مشقت کے جرائم کے تحفظ کے لیے مقامی سرکاری حکام اور سیاسی پارٹیوں کے ساتھ اپنی وابستگی کا سہارا لیتے ہیں۔

کچھ جاگیردار جبری مشقت پر مامور لوگوں کی نقل و حمل کی کڑی نگرانی مسلح کارندوں سے کرواتے ہیں، جبکہ بعض تو مزدوروں کو ایک دوسرے سے خریدتے اور بیچتے ہیں۔ اینٹوں کے بعض بھٹوں میں پورے پورے خاندان کو مزدوری کے لیے رکھا جاتا ہے اور بھٹے مالکان اپنے قرض کی وصولی کے لیے جبری مشقت والے مزدوروں کو فروخت بھی کر دیتے ہیں۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ سندھ میں قالین بانی اور چوڑیاں بنانے کا کام گھروں کے اندر منتقل ہو جانے کی وجہ سے اب اُن کے مزدوروں کی حالت زار پر نظر رکھنا اور بھی دشوار ہو گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق پاکستان میں جبری مشقت کا شکار افراد کی ستر فیصد تعداد بچوں پر مشتمل ہے۔ برده فروشی جبری مشقت کے لیے پُنجلی ذات کے ہندوؤں، عیسائیوں اور مسکین مسلمانوں کو خاص طور پر نشانہ بناتے ہیں۔

برده فروش کمسن بچوں کو جنسی استحصال، بھیک منگوانے، گھروں اور چھوٹی دکانوں میں کام کرانے کے لیے خرید، فروخت، کرایہ پر حصول اور اغوا تک کراتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت پاکستان میں متعدد بچوں سمیت پچاسی لاکھ افراد گھروں میں بطور ملازم کام کر رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں تو اتر سے یہ خبریں شائع اور نشر ہوتی ہیں کہ مالکان سات سال کی عمر تک کے چھوٹے بچوں کو گھروں میں کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں، جہاں ان کو اکثر جسمانی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ظلم و جبر کرنے والے مشتبہ افراد میں کئی ایک سرکاری افسر بھی شامل ہیں۔ بچوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک معروف این جی او کے مطابق پاکستان بھر کی گلیوں اور بازاروں میں کام والے بچوں کی اکثریت کو بھیک مانگنے پر مجبور اور جنسی مقاصد کے لیے بردہ فروشی سمیت جنسی استحصال کا شکار بنایا جاتا ہے۔ بھیک منگوانے والے مجرمان بعض اوقات کمائی کے لیے بچوں کو معذور بنا دیتے ہیں اور انہیں چوری کرنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔ سندھ اور بلوچستان میں مجرموں کے منظم گروہ بچوں کو منشیات کی اسمگلنگ میں بھی حصہ لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے بے گھر بچوں کو جبری مشقت اور جنسی استحصال کا نشانہ بنانے والے مجرموں کے خلاف مربوط کارروائی نہ کرنے کے باعث وہ مجرم کسی خوف و خطرہ کے بغیر کھلے عام اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوتے ہیں۔ جنسی مقاصد کے لیے ہوٹلوں، ٹرک اڈوں، لاری اڈوں اور مزاروں پر لڑکوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ سرحدی علاقوں اور کراچی میں افغان، ایرانی اور پاکستانی بچوں کو منشیات کی اسمگلنگ کرنے پر بھی مجبور کیا جاتا ہے۔ ماضی میں بلوچستان میں کونکہ کی صنعتوں میں بچوں کو وسیع پیمانہ پر جنسی استحصال کا نشانہ بنانے کی اطلاعات بھی ملی ہیں۔ بلوچستان، خیبر پختونخوا اور افغانستان سے تعلق رکھنے والے چھ سال تک کی عمر کے چھوٹے بچوں کو کان کنی میں روزگار کا لالچ دیکر جنسی استحصال کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کچھ واقعات میں ان کے والدین بھی اس گھناؤنے استحصال میں شریک جرم ہوتے ہیں۔ پاکستان میں این جی او اور پولیس کی اطلاعات کے مطابق کچھ مالکان، بشمول ہوٹل اور کارخانے، کمسن ملازموں سے ملازمت کے حصول، برقرار رکھنے اور رہائش کے بدلہ جنسی ہوس کی تسکین چاہتے ہیں۔ ایک این جی او نے سرکاری اسکولوں میں بچوں سے بیگار کے متعدد واقعات کی اطلاع بھی دی۔

محکمہ لیبر کو کچھ کارخانے معائنہ نہ کرنے کے عوض ماہانہ رشوت پیش کرتے ہیں۔ غیر قانونی بھرتی ایجنٹ بچوں کو روزگار مہیا کرنے کے عوض ان کے والدین سے بھاری رشوت وصول کرتے ہیں، ان میں سے بعض بچوں کو جبری مشقت اور جنسی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ پولیس حکام عصمت فروشی اور جنسی مقاصد کے لیے کی جانے والی اسمگلنگ کو نظر انداز کرنے کے لیے رشوت

وصول کرتے ہیں اور پولیس رشوت لیے بغیر بچوں کی اسمگلنگ اور جنسی استحصال کے واقعات کی رپورٹ بھی درج نہیں کرتی۔ کچھ پاکستانی بردہ فروش خواتین اور لڑکیوں کو گھر چھوڑنے کے لیے شادی کا جھانسد دیتے اور جعلی نکاح نامہ بنا کر ایران اور افغانستان میں عصمت فروشی کراتے ہیں۔ اس رپورٹ کو تحریر کیے جانے کے عرصہ کے دوران بردہ فروشوں نے بڑی تعداد میں غریب عیسائی خاندانوں کو شادی کا لالچ دیکر ان کی خواتین کو چین بھیجا ہے۔ چین پہنچنے والی ان سینکڑوں پاکستانی خواتین نے بتایا ہے کہ وہاں پہنچنے پر مبینہ شوہرا نہیں عصمت فروشی پر مجبور کرتے ہیں۔ کئی ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ قرض چکانے یا تنازعات ختم کرنے کے لیے بردہ فروشوں نے ماورائے عدالت جرگوں میں تاوان کے طور پر دینے کے لیے لڑکیوں کو استعمال کیا ہے۔ کچھ بردہ فروش اپنے شکار کو نشہ کا عادی بنا کر عصمت فروشی کے لیے مجبور کرتے ہیں۔

ایسی بھی افواہیں تھیں کہ پاکستان میں حکومت نے ایسے غیر ریاستی مسلح گروہوں کی حمایت کی ہے جو پاکستان سے چھوٹے بچوں کو بھرتی کر کے افغانستان میں لڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن بچوں کو لڑائی میں استعمال کرنے کے لیے بھرتی کرنے کے بارے میں حکومت پاکستان کے ملوث ہونے کے حوالے سے کوئی قابل اعتماد ثبوت دستیاب نہیں ہیں۔ غیر ریاستی عناصر بارہ سال کی عمر تک کے بچوں کو اغوا کرنے، ان کے مفلوک الحال والدین سے خریدنے، والدین کو جھوٹے وعدوں اور دھمکیوں کے ذریعہ اپنے بچے ان کے حوالے کرنے میں ملوث ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مدارس سے بھی بچوں کو بھرتی کر کے انہیں پاکستان اور افغانستان میں لڑنے، جاسوسی اور خودکش حملے کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بردہ فروش پاکستانی بچوں کو افغانستان کے دینی مدارس میں داخلہ کا وعدہ کر کے انہیں اغلام بازی کے لیے افغان سیکورٹی فورسز کو فروخت کر دیتے ہیں۔

پاکستانی مرد اور عورتیں خلیجی ممالک بالخصوص سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اور یورپ میں زراعت، گھریلو کام کاج، ڈرائیونگ اور تعمیرات جیسے شعبوں میں نچلے درجے کی ملازمتیں کرنے کے لیے رضاکارانہ طور پر ترک وطن کرتے ہیں۔ بردہ فروش کچھ لوگوں کو استحصال کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ ملازمت فراہم کرنے کے جھوٹے وعدے، ماڈلنگ کے جعلی اشتہارات کے ذریعے جعلی بھرتی ادارے اور ان کے ذیلی بھرتی ایجنٹس بھاری رقوم وصول کر کے ملازمت کے متلاشی پاکستانیوں کو خلیجی ممالک میں جبری مشقت اور جنسی استحصال کا نشانہ بناتے ہیں۔ ۲۰۲۰ء میں مختلف ممالک میں گیارہ ہزار سے زیادہ پاکستانیوں کو گرفتار کیا گیا، جن میں ۳۴۰۰ سے زائد صرف سعودی عرب میں پکڑے گئے ہیں۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ غیر ممالک میں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ریکروٹمنٹ ایجنٹوں کی طرف سے مہیا کیے جانے جعلی شناختی دستاویزات یا مالکان کی جانب سے دستاویزات ضبط کرنے کی وجہ سے انہیں گرفتار کیا،

جو کہ جبری مشقت کی نشانیاں ہیں۔ بردہ فروش کینیا میں عصمت فروشی کے لیے پاکستانی خواتین کو استعمال کرتے ہیں اور خلیجی ممالک میں مردوں، خاص طور پر معذوروں، سے جبری طور پر بھیک منگواتے ہیں۔ یونان میں پاکستانی لڑکوں کو جنسی استحصال کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کچھ منظم جرائم پیشہ بردہ فروش ایران میں گھریلو کام کاج، تعمیرات اور بھیک منگوانے کے لیے پاکستانی بچوں اور مردوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے معذور افراد کو بھی نہیں بخشا جاتا ہے۔ بہت سے غیر ملکوں خاص طور پر افغانستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا سے تعلق رکھنے والے جبری مشقت کے شکار مردوں، عورتوں اور بچوں کی منزل پاکستان ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ پاکستان میں تعمیرات کے شعبہ میں کام کرنے والے چینی کارکن جبری مشقت کا شکار ہوں۔ غیر قانونی انسانی منتقلی میں ملوث مجرمان پاکستان میں جنسی مقاصد کے لیے ایران اور افغانستان سمیت دیگر ایشیائی ممالک سے تعلق رکھنے والی خواتین، لڑکیوں اور کسی حد تک لڑکوں کو اسمگل کرتے ہیں۔ افغانستان، بنگلہ دیش اور برما سے آنے والے پناہ گزین اور بے وطن لوگوں کے ساتھ ساتھ عیسائی اور ہزارہ مذہبی اقلیتیں پاکستان میں بردہ فروشی کا شکار بنتی ہیں۔ بردہ فروش روہنگیا پناہ گزینوں کو پاکستان میں جبری مشقت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(ختم شد)